محمد عمر فاروق

سردار اسرائیل خان کی دستبرداری

گزشتہ دنوں "اوصاف" سے ایک انٹرویو میں سابق مجاہد اول سردار "اسرائیل" خان نے اپنے مجاہد اول ہونے پر خوش ہونے کی بجائے ایک لحاظ سے اس لقب ہی سے دستبرداری کا اظہار کر دیا۔ اس پر ہمیں مطلقاً حیرت و استعجاب نہ ہوا۔ کیونکہ سردار صاحب آج کل امریکی کیمپ میں ہیں اور امریکہ کو لفظ مجاہد ہی سے چڑ ہے۔ سردار "اسرائیل" خان اس وقت تک مجاہد اول کے لقب سے کشمیر اور پاکستان کے حلقوں میں یاد کیے جاتے رہے ہیں۔ جب تک کہ وہ کشمیر کو بذریعہ جہاد واپس لینے کا عزم دہرایا کرتے تھے۔ اور اس دوران ان کے تازہ حریف مولانا "اسرائیل" قادری بھی ابھی "اسرائیل تسلیم کرو محاذ" پر سرگرم عمل نہیں ہوئے تھے۔

مولانا "اسرائیل" قادری نے چند سال پہلے اپنے بیرونی کرم فرماؤں کی ہدایت پر اسرائیل کا خفیہ دورہ کیا اور جب اس کا بھانڈہ پھوٹا تو مولانا "اسرائیل" قادری نے "میں نہ مانوں" کی رٹ لگائے رکھی۔ لیکن فرار کی راہ نہ پا کر مانتے ہی بنی اور ساتھ ہی انہوں نے حکومت پر زور دیا کہ "پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرے" اس طرح انہوں نے "اسرائیل کو تسلیم کرو محاذ" کے سٹیج سے یہ اوّلین بھاشن دے کر اسرائیلیوں کی طرف سے مجاہد اوّل کا لقب حاصل کر لیا تو سابق مجاہد اوّل سردار "اسرائیل" خان جو صیہونی ریاست کو تسلیم کرانے کی خواہش برسوں سے نہاں خانہ دل میں پال رہے تھے۔ لیکن اس کا بروقت اظہار نہ کر سکنے کی وجہ سے وہ مجاہد اول کی پوزیشن پر آ گئے۔ جس پر ان کی "غیرت" نے گوارا نہ کیا کہ وہ درجہ دوم کے مجاہد کہلائیں۔ لہٰذا اب کے انہوں نے مجاہد اول ہونے سے ہی پسپائی اختیار کر کے اپنی گرتی ساکھ کو بچانے کی کوشش کی ہے۔

اسرائیل عالم اسلام کے وجود پر ایک ناسور کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ملت اسلامیہ نے افتراق و انتشار کا شکار ہو کر غفلت و بے توجہی کو اپنا شعار بنا لیا ہے کفریہ طاقتوں نے ترکی میں قائم خلافت عثمانیہ کو ختم کرانے کے لئے جہاں صیہونی رہنما تھیوڈور ہرتزل کو استعمال کیا وہاں اسماعیلیوں کے پیشوا سر آغا خان کو بھی ایک مہرہ کے طور پر آگے بڑھا کر اپنے مقاصد حاصل کیے۔ جس کی تفصیل انڈیا آفس لائبریری لندن کے ریکارڈ میں "آغا خان" از ہیری جے گرین وال کے صفحات 63 تا 72 اور آغا خان کی خود نوشت سوانح حیات "دی میموری آف آغا خان" صفحہ 150 تا 152 پر دیکھی جا سکتی ہے۔ اسی طرح استعمار نے اپنے خود کاشتہ پودے قادیانیت کے چشم و چراغ سر ظفر اللہ خان آنجہانی سے اسرائیل کے متعلق جو خدمات لیں۔ ان کی تفصیلات ظفر اللہ خان کی خود نوشت سوانح عمری "تحدیث نعمت" قادیانی چیتھڑے "الفضل" "تاریخ احمدیت اور جسٹس (ر) جاوید اقبال کی کتاب "زندہ رود اقبال" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

ملت اسلامیہ کو جن لوگوں، اداروں اور طاقتوں نے ڈائنامیٹ اور سبوتاژ کرنے کے لیے جو جو منصوبہ بندی کی چالیں چلیں اور زیر زمین سازشوں کے بیج بوئے۔ ان کی اکثر تفصیلات اپنی جزئیات سمیت تاریخ کے دامن میں محفوظ ہیں۔ اس کے باوجود دوست اور دشمن میں تمیز کی صلاحیت سے محرومی نے ملت اسلامیہ کو ہمیشہ تباہی و بربادی کے گڑھے میں دھکیلنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اپنوں پر بداعتمادی اور غیروں پر بھروسہ کرنے سے ہی آج ہمیں بحیثیت مجموعی تقسیم در تقسیم ہونے کے علاوہ باہمی نفرت و عداوت، خودغرضی، بے حسی اور بے ضمیری کی ذلالتیں نصیب ہیں۔ جو کہ دشمن کا مقصد تھا اور وہ اپنی ان سازشوں میں کامیاب ہو کر ہماری ہنسی اڑا رہا ہے۔

سردار "اسرائیل" خان! چند ٹکوں کی خاطر اگر بیرونی آقاؤں کے حضور اپنے ایمان کا سودا کرنے پر تیار ہو گئے ہوں تو بے شک ہوتے رہیں کہ ان کی نمک حلالی کا مسئلہ ہے۔ لیکن سادہ لوح مسلمانوں کو اب تو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں کہ دشمن ان کے ایمانوں پر کن کن محاذوں سے ڈاکہ زنی کر رہا ہے۔ روحانی پستیوں کے حوالے ہوں یا ابتدائی جہادی معرکہ آرائیاں! ان کی آڑ لے کر پوری قوم کو بے غیرتی و کمینگی کا یہ سبق دینا کہ "سعودی عرب اور پاکستان کے علاوہ جب تمام عرب ممالک نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا ہے تو پاکستان کو بھی چاہیے کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کر لے" کسی فرد واحد کی خود فروشی کا مظہر تو ہو سکتا ہے۔ لیکن پوری قوم کی آواز ہرگز نہیں ہے۔ ساری زندگی جہاد کی باتیں کرنے والے اب اگر قوم فروشی پر اتر آئیں تو یہ ان کا قصور نہیں، بلکہ اس امریکی رزق کا کمال ہے۔ جس کے خمار میں وہ قوم کے جذبہ جہاد کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ایسے اول جلول بیان دے رہے ہیں۔ سردار اسرائیل خان صاحب! یاد رکھیں کہ چاہے ساری دنیا اسرائیل کو تسلیم کر لے لیکن غیرت مند مسلمان کبھی بھی اسرائیل کے وجود کو تسلیم کر کے اسلام کو سرنگوں نہیں ہونے دیں گے۔ اسرائیل کو تسلیم کرنا عرب ممالک کا مسئلہ نہیں بلکہ ہمارے دین و ایمان کا معاملہ ہے۔ اسلام تو دنیا پر غالب ہونے کے لیے آیا ہے۔ وقتی مصلحتوں اور ظاہری مفادات کی خاطر مرعوب ہو کر مغلوب ہو جانا مصلحت پسندی اور دانشمندی نہیں ذلت و غلامی ہے۔ دشمن سے جان لڑا دینا ہی اہل حق کا شیوہ ہوا کرتا ہے۔ اگر اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) دنیا داری اور "وقت کے تقاضوں" کی خاطر کفریہ طاقتوں سے کمپرومائز کر لیتے تو اسلام آج ایک قصہ پارینہ ہوتا اور اس کا ذکر تاریخ کی چند سطور کی صورت میں نظر آتا۔ لیکن خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے دین کے داعی برحق تھے۔ جو کفر کے خاتے اور اسلام کے غلبے کے لیے ہی مبعوث فرمائے گئے تھے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک ہی میں اسلام ایک ناقابل شکست قوت بن کر دنیا میں اپنے فولادی وجود کا لوہا منوا چکا تھا۔ دراصل یہود و نصاریٰ چاہتے ہیں کہ مسلمان جہاد کا راستہ ترک کر کے "روشن خیالی" اور "وقت کے تقاضوں" کا ساتھ دیں۔ حالانکہ انہی پُرفریب اصطلاحوں نے یاسر عرفات جیسے انقلابی و جہادی رہنما کو جہاد کی بجائے مذاکرات کا اسیر بنایا اور نتیجہ دنیا کے سامنے ہے۔